OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com

صحبتِ صالح کی ضرورت اور صالحین کے خصائص: تعلیماتِ قرآنی کا اطلاقی مطالعہ

The Need for Righteous Companionship and Characteristics of Righteous Persons: An Applied Study of Quranic Teachings

Dr. Naseem Mahmood
Faculty, University of Management and Technology, Sialkot.
Email: drnasimskt@gmail.com

Dr. Muhammad Sarwar
Assistant Professor, University of Veterinary and Animal Sciences, Lahore.
Email: sarwarsiddique@uvas.edu.pk

Received on: 02-04-2026 Accepted on: 03-05-2026

Abstract

Islam is a universal religion and the Holy Qur'an is its primary source, offering guidance for all humanity until the Day of Judgment. Human beings are naturally social, and their interactions significantly influence their moral and spiritual development. This research article examines the importance of righteous companionship in shaping individual character and safeguarding faith. Drawing upon Qur'anic verses and Prophetic traditions, it highlights how association with virtuous individuals' nurtures piety, moral discipline, and spiritual growth, while evil company leads to moral destruction and deviation. The study further explores the defining characteristics of the righteous persons, including faith and piety, refined upbringing, good conduct, mutual assistance, forgiveness, sincerity, loyalty, and continuous supplication for others. It argues that adopting the company of the pious persons not only benefits individuals in worldly life but also plays an important role in success in the Hereafter. In the context of modern societal challenges, particularly among youth, the paper emphasizes the urgent need to revive spiritually uplifting environments and promote righteous associations to counter negative influences and ensure moral reform.

Keywords: Righteous Companionship, Faith and Piety, Pure Training, Forgiving Attitude, Spiritual Growth, Good Character, Social Influence, Loyalty and Sincerity

اسلام ایک آفاقی دین ہے جس کا منبع وماخذ قرآن پاک ہے جس کی تعلیمات قیامت تک تمام انسانیت کے ہدایت کا سامان اور مشکلات سے نکلنے ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی کے لئے پیدا فرمایا اور دیگر انسانوں کے ساتھ اس کے تعلقات اس کی طبیعت کا اہم عنصر بنایا، اسی لئے تو آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی پسلی سے حضرتِ حوا کو پیدا فرما[1] کر ان کی تسکین کا سامان بنایا اور پھر ازواج ان انسانی جوڑوں سے بہت سے مرد وعورت پیدا فرما کر اس جہان کو آباد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا اس حوالے سے فرمان ہے:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ [2]

"اے لوگو! ڈرو اپنے اس رب سے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور پھر اس سے اس کی بیوی کو پیدا فرمایا اور پھر ان سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا"

انسان چونکہ طبعی اعتبار سے معاشرت پسند ہے اس لئے دوسرے انسانوں کے ساتھ رہنا اس کی فطری مجبوری ٹھہرا۔ انسانوں کے اس اجتماع میں اچھے اور برے ہر طرز کے افراد ملیں گے اور ان کے ایک دوسرے کے ساتھ ملاپ کے اثرات بھی ان کی طبیعتوں پر مترتب ہوں گے۔ نیک اپنے نیک اثرات چھوڑیں گے جبکہ معصیت کوش معاشرے برائیوں کی گرداب میں پھنسانے کا سبب بنیں گے۔ اس تحقیقی بحث میں معاشرے میں نیک افراد یا دوسرے لفظوں میں صالحین کی صحبت کی ضرورت و اہمیت اور صلحاء کے خصائص کی معرفت کی کوشش کی جائے گی تاکہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کر کے اپنے آپ کو بھی نیک بنانے کی کوشش کی جا سکے۔ اس اعتبار سے یہ تحقیقی مقالہ دو اہم نکات پر مشتمل ہے جن میں سے ایک صحبتِ صالح کی ضرورت اور دوسرا صالحین کے خصائص ہیں۔ ذیل میں ان دونوں نکات کا تفصیلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

صحبتِ صالح کی ضرورت

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان جس بھی طبیعت کا ہو وہ دوسروں پر اپنے اثرات لازمی چھوڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا انسانی سنگت کے اثرات کے حوالے سے فرمان ہے:

مَثَلُ جَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً[3]

"اچھے اور برے دوست کی مثال کستوری اٹھائے اور بھٹی میں پھونکنے والے شخص کی سی ہے کہ کستوری اٹھانے والا یا تو (وہ کستوری) تجھے تحفہ دے دے گا یا پھر تو اس سے خرید لے گا یا (اگر یہ دونوں کام نہ ہوئے تو کم از کم) تو اس کی پاکیزہ خوشبو تو پائے گا، جبکہ بھٹی بڑھکانے والا یا تو تیرے کپڑے جلائے گا یا (کم از کم) تو اس سے بدبو (ضرور) پائے گا"

اسی لئے تو نبی کریم ﷺ نے حکماً ارشاد فرمایا:

لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ[4]

"صرف مومن کی صحبت اختیار کر اور تیرا کھانا صرف متقی شخص کھائے"

صحبت کی اہمیت رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے واضح ہوتی جس میں آپ ﷺ نے خصوصی خیال رکھنے کا حکم فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ارشادِ نبوی ہے:

الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ[5]

"آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر شخص دیکھے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے"

اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الْاَخِلَّاۗءُ يومئذ بعضهم لبعض عدوٌّ الاَّ الْمُتَّقِيْنَ6

"اس دن جگری دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے"

ويوم يعضُّ الظَّالِمُ على يديه يقولُ يٰلَيْتَني اتَّخذْتُ مع الرَّسُولِ سبيلًا يٰويلَتٰى ليتني لم اتَّخذ فلانًا خليلًا لقد أضلَّني عنِ الذِّكْرِ بعدَ اذ جآءني وكانَ الشَّيطٰنُ للْانسان خَذُولًا7

"اس دن ظالم اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا، اے کاش کہ میں رسول (ﷺ) کے راستے پہ چلا ہوتا، اے کاش کہ میں فلاں کو دوست نہ بناتا، اس نے تو میرے پاس نصیحت پہنچنے کے باوجود مجھے بھٹکا دیا ہے اور شیطان تو انسان کو دغا دینے والا ہے"

سنگت کیسی بھی ہو انسان اپنے صاحب و ساتھی کے ساتھ لازماً محبت شروع کر دیتا ہے اور جب محبت کے تعلقات بنتے ہیں تو اچھائیاں ہوں تب بھی اور برائیاں ہوں تب بھی ان میں شراکت لازمی ہوتی ہے، اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ دوست بنانے سے پہلے غور و فکر کی تلقین فرمائی کہ ان کی آپسی محبت دونوں کو آخرت میں ایک جگہ اکٹھا کر دے گی اور اس حقیقت کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

المرء مع من أحبَّ وله ما اكتسب8

"آدمی (قیامت والے دن) اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اس کے لئے اسی کا بدلہ ہو گا جو اس نے (عمل) کمایا"

اسی لئے شادی کے معاملہ میں بھی عورت کے دیگر خصائل کے ساتھ اس کے چار امور مال، حسب نسب، خوبصورتی اور دین کو پیشِ نظر رکھنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے[9]، اور ایسا اس لئے ہے کہ بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہے تو اگر وہ نیک خصلت ہو گی تو شوہر کو بھی نیک بنا دے گی بصورتِ دیگر وہ اس کو اپنے ماحول میں ڈھال لے گی جس سے اس کی دنیا تو خراب ہو گی ہی مگر ساتھ ہی اس کی آخرت بھی برباد ہو جائے گی۔ اگر تو دوستی نیکوں کے ساتھ ہو گی تو اس عمل میں للہیت آجائے گی اور اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والے قیامت والے اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ میں ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نے ان سات افراد کا ذکر کرتے ہوئے جن کو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ نصیب ہو گا رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل فرمایا:

ورجلان تحابَّا في الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه 10

"وہ دو افراد جو اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں، اسی پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں"

ان سب معاملات کو غور سے دیکھیں تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ سے مروی

كَانَ فِي بني إسرائيل رجلٌ قتل تسعةً وتسعين إنسانًا ثُمَّ خرج يسأَلُ فأَتى راهبًا فسأَلَهُ فقَالَ لَهُ هل من توبة قَالَ لَا فقتله فجعل يسأَلُ فقَالَ لَه رجل ائت قرية كذا وكذا فأَدْركه الْموت فناء بصدْره نحوها فاختصمت فيه ملَائكَةُ الرَّحْمَة وملَائكَةُ الْعذَاب فأَوْحى الله إِلَى هذه أَنْ تقَرَّبي وأَوْحى الله إِلَى هذه أَنْ تباعدي وقَالَ قيسوا ما بينهما فوُجد إِلَى هذه أَقْرب بشبْر فغُفر لَه11

"بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا جس نے ننانوے قتل کئے تھے پھر وہ (توبہ کا کوئی راستہ تلاش کرتے ہوئے) ایک راہب کے پاس اور اس کے

پوچھتے ہوئے کہنے لگا کیا اس کے توبہ (کی قبولیت) کا کوئی راستہ ہے؟ اس نے کہا نہیں تو اس نے اسے بھی قتل کر دیا مگر وہ (اس بارے) پوچھتا رہا تو ایک آدمی نے اس سے کہا فلاں فلاں بستی میں چلا جا (اور وہاں جا کر رہائش اختیار کر اور اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر، اب جب وہ چل پڑا) تو اسے موت نے (راستے میں ہی) آلیا، تو اس کیفیت میں وہ اس بستی کی طرف اپنے سینے کے بل گھسٹنے لگا (اب وہاں رحمت اور عذاب کے فرشتے بھی آگئے) تو رحمت اور عذاب کے فرشتے اس (آدمی) کے بارے میں جھگڑنے لگے، (اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی اپنی بستی کی طرف والی اور اللہ والوں کی بستی کی طرف والی زمین کو ناپنے کا حکم دیا اور فرشتے جب دونوں طرف والی زمینوں کو ناپنے لگے) تو اللہ تعالیٰ نے (اللہ والوں کی طرف والی) اس زمین کو حکم دیا کہ تو قریب ہو جا اور (اس کی اپنی بستی کی طرف والی) اس زمین کو حکم دیا کہ تو دور ہو جا اور فرشتوں سے فرمایا کہ اب ان دونوں اطراف کی درمیانی زمینوں کو ناپو! تو (اللہ والوں کی بستی کی طرف والی) اس زمین کو ایک بالشت قریب پایا تو اس (قاتل) کو بخش دیا گیا"

حدیث کے الفاظ واضح کرتے ہیں انسان اگر صحبتِ صالح کا متلاشی بن جائے اور وہ اس حد تک گنہگار ہو کہ اس کے عمل اس کو دوزخ کی طرف دھکیلنے والے ہوں مگر اس کا مقصد صحبتِ صالح کی تلاش اور اپنے احوال کی اصلاح ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے احوال اس انداز سے بدلتا ہے کہ اس کی موت کے وقت بھی اس کی بخشش کا سامان کر دیتا ہے۔

صحبت کا اثر اصحابِ کہف سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ایک کتا بھی اگر نیکوں کی صحبت کو لازم پکڑنے پر مصر ہو تو اللہ تعالیٰ جہاں غار میں پناہ لینے والے ان صالح نوجوانوں کی حفاظت فرماتا ہے وہیں ان کے کتے کے جسم کو بھی تین سو نو سال تک انہی کے ساتھ محفوظ رکھتا ہے۔[12]

یہی وجہ ہے حضرتِ حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے الگ ہوتے ہیں تو اپنی روحانی کیفیت کو بدلتے دیکھ کر اپنے بارے میں نفاق کا شک کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ﷺ ہمیں دوزخ اور جنت یاد دلاتے ہیں تو ہماری کیفیت یہ ہوتی ہے کہ گویا ہم اسے دیکھ رہے ہوتے ہیں اور ساتھ ہی گھروں کے معاملات اور دیگر امور کا اثر بتاتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ہم اکثر بھول جاتے ہیں تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

والذي نفسي بيده! إن لو تدومون على ما تكونون عندي، وفي الذكر، لصافحتكم الملائكة على فرشكم وفي طرقكم.
ولكن، يا حنظلة! ساعة وساعة" ثلاث مرات13

"قسم اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیشہ اسی حالت میں رہو جس حالت میں میرے پاس ہوتے ہوئے ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں میں اور تمہارے راستوں میں تمہارے ساتھ مصافحہ کرتے، لیکن اے حنظلہ قیامت اور قیامت، یہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا"

جب اصلاحِ احوال کے لئے صلحاء کی صحبت اپنا اثر دکھاتی ہے تو لازم ہے اپنے آپ کو راہِ حق پر قائم رکھنے کے لئے اللہ کے مقربین

کی مجالس کو لازم پکڑا جائے۔ آج کے اس پر آشوب اور پر فتن دور میں جوانوں کی بربادی میں جہاں اور بہت سے امور کار فرما ہیں وہیں ایک اہم عنصر بری صحبت کا بھی ہے۔ آج کے جوانوں کی جلوتیں لہو لعب والی اور خلوتیں الا ماشاء اللہ فحاشی والی ہوتی جا رہی ہیں۔ وہ قوم جسے جہاد اور قیام اللیل کا درس ملنا چاہئے تھا وہ ہوا وہوس کی اس انداز سے پجاری ہو چکی ہے کہ طاغوتی طاقتوں کے ساتھ مقابلہ اب ان کا خواب اور تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ لیکن اللہ کی رحمت اور اس کے فضل پر بھروسہ آج بھی اصلاح کی امید دلاتا ہے مگر اس کے لئے اصحابِ منبر و محراب اور اصحابِ طریقت کے اہم کردار کی ضرورت ہے، جس میں گفتار کی بجائے کردار و اخلاص کا زیادہ حصہ درکار ہے۔ حالات سے مایوسی اہلِ ایمان کا شیوہ نہیں بلکہ کفر کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرکے آج بھی اگر ماحول، سنگت اور معمولات کو بدل لیا جائے تو دوزخ کی طرف والی زمین پھیل سکتی اور جنت کی طرف والی زمین سکڑ کر بندے کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر سکتی ہے۔ آج مشائخِ عظام اور مریدین دونوں میں اصلاح اور للہیت کے جذبہ کی ضرورت ہے اور یہی صحبتِ صالح کا شرعی طریقہ و فیضان ہے۔

صالحین کے خصائص

قرآن کریم میں صالحین کے کئی خصائل و خصائص کا تذکرہ ہے۔ ان میں ایمان و تقویٰ کا ربط، پاکیزہ تربیت، حسنِ معاملہ، حاجت براری کی کوشش، مصاحبین کی خطاؤں پر معافی، وفاء و اخلاص اور مجالسین کے لئے ان کی حیات و ممات دونوں صورتوں میں دعا کرتے رہنا اہم خصائص ہیں۔ ذیل میں قرآن پاک کی روشنی میں ان چند خصائص کا مطالعہ کیا جاتا ہے تاکہ ان صفات کے حاملین کے ساتھ سنگت اختیار کرکے اپنی اصلاح اور عاقبت کا سامان کیا جا سکے۔

ایمان و تقویٰ کا ربط

اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کے قرب کا پہلا زینہ ایمان اور تقویٰ ہے۔ اگر دل میں ایمان نہیں ہے تو اعمال کا اخروی اعتبار سے کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے ایمان ہی نجات کا ذریعہ ہے اور اعمال کی قبولیت کا بھی اسی پر انحصار ہے۔ قرآن کریم میں اسی عنصر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مصاحبین کے انتخاب کا حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا14

"اور ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی رضامندی چاہتے ہیں، اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا، کہ دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے، اور اس شخص کا کہنا مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے"

ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

أَيْ اجْلِسْ مَعَ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ وَيُهَلِّلُونَهُ وَيَحْمَدُونَهُ وَيُسَبِّحُونَهُ وَيُكَبِّرُونَهُ وَيَسْأَلُونَهُ بُكْرَةً وَعَشِيًّا، مِنْ عِبَادِ اللَّهِ سَوَاءً كَانُوا

فُقَرَاءَ أَوْ أَغْنَيَاءَ، أو أَقوياءَ أَوْ ضُعَفَاءَ[15]

"یعنی ان لوگوں کے ساتھ اپنا اٹھنا بیٹھنا رکھیۓ جو اللہ تعالٰی کے ذکر، ان کی تہلیل، تحمید، تسبیح اور تکبیر میں مصروف رہتے ہیں اور اللہ ہی سے صبح وشام سوال کرتے ہیں، یہ اللہ کے بندے ہیں چاہے وہ غریب ہوں، مالدار ہوں، طاقتور ہوں یا کمزور ہوں"

اس قرآنی فرمان میں ان لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم ہے کو اللہ کے ذکر میں مصروف اور اس کی رضا کے طالب رہتے ہیں اور ان سے آنکھیں نہ ہٹانے کا مطلب ان کے ساتھ پختہ وابستگی ہے اور دوسری طرف ان سے دوری دنیاداری میں الجھاؤ کا سبب بن جائے گی۔ لہٰذا دین اور طریقت کے لبادہ میں اگر دنیاداری نظر آئے تو اس سے گریز کرنا ہی بہتر ہے الا یہ کہ وہ دنیوی معاملات دینی ضرورت بن جائیں۔ لیکن آیت کے اگلے الفاظ ہر اس شخص کی صحبت سے بچنے کا درس دیتے ہیں جو بندے کو اللہ سے غافل کر کے ہوا و ہوس میں ڈال دے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بوریا نشینی میں بھی اگر یاد ہے اور اس کا خوف دل میں ہے تو یہ بوریا نشینی ہی جنت کا سامان ہے اور اگر محلات، اعلیٰ منصب، مال ومتاع اور کثرتِ اولاد و احباب دنیا کی محبت میں مگن کرنے والے اور خالق کی یاد سے غافل کرنے والے ہوں تو یہ کامیابی کا نہیں بلکہ بربادی کا سامان ہیں ان سے دامن بچانا ہی زیادہ بہتر ہو گا کیونکہ دنیا عارضی ہے اور آخرت کی زندگی دائمی ہے لہٰذا عارضی کو سنوارنے اور سنبھالنے کی بجائے دائمی کی طرف توجہ اور اس کی حفاظت و آرائش ضروری ہے۔ اسی لئے تو فرمانِ نبوی میں مومن کی سنگت کے التزام اور نیکوکاروں اور پرہیزگاروں اپنی کمائی سے کھانا کھلانے کا حکم دیا گیا ہے[16] کہ ان کا کھانا کھلانے والے کے لئے بھی برکت کا سامان کر جاتا ہے۔ ایسا اہتمام اس لئے بھی کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ صاحبِ ایمان و تقویٰ اپنے مجالسین کی خوشیوں سے خوش ہو گا اور ان کی پریشانیوں سے غمگیں ہو کر ان کے ازالہ کا سامان کرے گا۔ ایسے افراد خود تو نیکی کو لازم پکڑیں گے مگر ساتھ ساتھ اپنے محبین اور مصاحبین کے لئے نیکی اور بھلائی کا سامان کریں گے تو ان کی صحبت ان کے دوستوں اور محبت کرنے والوں کے لئے ہدایت کا سامان اور جنت میں داخلے کا سبب بن جائے گا اور قرآن پاک کے فرمان کے مطابق باقی دوست تو ایک دوسرے کے وہاں دشمن بن جائیں گے مگر متقین وہاں بھی دوستیاں نبھائیں گے[17]۔ یہ صالحین مومنین اپنے مومن بھائیوں کی بخشش کے لئے کس انداز سے تگ و دو کریں اس کا اندازہ ان جملوں سے لگایا جا سکتا ہے جو وہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں قیامت والے دن اپنے مومن بھائیوں کو دوزخ کی آگ میں جلتا دیکھ کر عرض کریں گے اور خود جنت میں جانے سے انکار کریں گے۔ اس مکالمہ کو رسول اللہ ﷺ یوں بیان فرماتے ہیں:

يَقُولُونَ: رَبَّنَا! كَانُوا يَصُومُونَ مَعَنَا وَيُصَلُّونَ وَيَحُجُّونَ. فَيُقَالُ لَهُمْ: أَخْرِجُوا مَنْ عَرَفْتُمْ. فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَى النَّارِ. فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا قَدْ أَخَذَتِ النَّارُ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ وَإِلَى رُكْبَتَيْهِ. ثُمَّ يَقُولُونَ: رَبَّنَا! مَا بَقِيَ فِيهَا أَحَدٌ مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِ. فَيَقُولُ: ارْجِعُوا. فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ دِينَارٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ. فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا. ثُمَّ يَقُولُونَ: رَبَّنَا! لَمْ نَذَرْ فِيهَا أَحَدًا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا. ثُمَّ يَقُولُ: ارْجِعُوا. فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ نِصْفِ دِينَارٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ. فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا. ثُمَّ يَقُولُونَ: رَبَّنَا! لَمْ نَذَرْ فِيهَا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا أَحَدًا. ثُمَّ يَقُولُ: ارْجِعُوا. فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ. فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا. ثُمَّ يَقُولُونَ: رَبَّنَا! لَمْ نَذَرْ فِيهَا خَيْرًا[18]

"وہ عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار وہ ہمارے ساتھ روزہ رکھا کرتے تھے، روزے رکھا کرتے تھے اور نمازیں پڑھا کرتے تھے، تو ان سے کہا جائے گا! جنہیں تم پہچانتے ہو انہیں دوزخ سے نکال لاؤ، آگ کی ان کے چہروں تک رسائی حرام کردی جائے گی اور بہت سے ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے جو کہ نصف پنڈلیوں تک یا گھٹنوں تک آگ میں جل رہے ہوں گے۔ پھر وہ عرض کریں گے یا اللہ جن لوگوں کو تو نے ہمیں آگے سے نکالنے کا حکم دیا تھا ان میں اب کوئی بھی آگ میں نہیں رہا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ واپس جاؤ اور جس کے دل میں تم ایک دینار کے برابر بھی ایمان پاؤ ان کو نکال لاؤ تو بہت سی مخلوق کو نکال لائیں گے اور عرض کریں اے اللہ تو نے جن کے بارے میں ہمیں حکم دیا گیا ان میں سے ہم نے کسی کو بھی نہیں چھوڑا سب کو نکال لائی ہیں تو اللہ فرمائے گا واپس جاؤ اور جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر بھی ایمان پاؤ ان کو بھی نکال لاؤ تو بہت سی مخلوق کو نکال لائیں گے اور پھر عرض کریں گے یا اللہ جن کے بارے میں ہمیں تو نے حکم دیا ہم نے ان میں سے کسی کو بھی دوزخ میں نہیں رہنے دیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا واپس جاؤ اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی بھلائی پاؤ تو اس کو نکال لاؤ تو وہ بہت سے اور لوگوں کو نکال لائیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار! اب ہم اس میں کسی طرح کی نیکی نہیں رہنے دی"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مومن اور پرہیزگاروں کی صحبت نہ صرف اس دنیا میں انسان کے کام آتی ہے بلکہ قیامت کے کٹھن لمحات میں بھی یہ اپنی سنگتوں کو نبھائیں گے اور اگر ان اعمال ان کے دوزخ میں جانے کا سبب بنیں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے اذن سے اپنے ان ساتھیوں کے سفارشی بن کر ان کی بخشش کا سامان کریں گے۔ مسلمانوں میں روحانی سلاسل میں بیعت کا مقصد بھی دنیا میں رشد و ہدایت کا سامان کرنا اور مومنین کو ایسا ماحول فراہم کرنا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچا کر پاکیزہ زندگی اختیار کر کے اپنی آخرت کو سنوار لیں۔

پاکیزہ تربیت

پاکیزہ تربیت پاکیزہ عمل کی طرف لے جاتی ہے اور اپنے ارد گرد افراد کے لئے بھی پاکیزگی کا سامان بنتی ہے، اس کے برعکس بری تربت کے اثرات بھی برے ہی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۚ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ19

"اور جو شہر پاکیزہ ہے اس کا سبزہ اس کے رب کے حکم سے نکلتا ہے، اور جو خراب ہے اس میں سے جو کچھ نکلتا ہے ناقص ہی ہوتا ہے، اسی طرح ہم شکر گزاروں کے لیے مختلف طریقوں سے آیتیں بیان کرتے ہیں"

زمین جس طرح کی ہو گی اس کی پیداوار بھی اسی طرح کی ہو گی اس سے واضح ہوتا ہے کہ تربیت جس طرح کی ہو گی اس کا معاملہ اور عمل بھی اسی طرح کا ہو گا۔ امام شوکانی اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

التربة الطيبة يخرج نباتها بإذن الله وتيسيره إخراجا حسنا تاما وافيا والذي خبث لا يخرج إلا نكدا أي: والتربة الخبيثة لا يخرج

نباتها إلا نكدا،أي: لا خير فيه[20]

"پاک مٹی اللہ کے حکم اور اس کی فراہم کردہ آسانی سے اچھی، وافر اور کافی پیداوار دیتی ہے اور جو مٹی ناکارہ ہو اس سے صرف خراب پیداوار ہی نکلتی ہے یعنی جو مٹی خراب ہو گی اس سے ناکارہ پیداوار ہی ملے گی مطلب اس میں کوئی بھلائی نہیں ہو گی"

یہی مثال کافر اور مومن اور نیک اور گنہگار کی ہے کہ ان کی دوستیاں اپنی سرشت کی طرف ہی لے جائیں گی لہٰذا کافر و معصیت شعار ایک نیک آدمی کو بھی اپنی ڈگر پہ چلادے گا جبکہ مومن اور پرہیز گار نافرمانوں کو بھی نیکی اور فرمانبرداری کا سلیقہ سکھا کر اللہ تعالی کی محبت اور خوف اس کے سینے میں ڈال دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کی تربیت نیکی کے ماحول میں ہوتی ہے، ان کا رجحان ذکر اللہ اور اللہ تعالی کی رضاجوئی والے امور میں ہوتی ہے۔ مخلوق کے ساتھ ان کا تعلق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی خاطر ہوتا ہے اور اس نیک سرشت کی اس کائنات میں اعلیٰ ترین مثال رسول اللہ کی ذاتِ پاک ہے خود اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں گواہی دے رہا ہے کہ:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[21] "بے شک ہی تو خلقِ عظیم کے مالک ہیں"

اسی لئے تو اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کی اتباع کا اس انداز سے حکم فرمایا کہ اللہ کا رسول جو تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ[22] اور یہی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے[23] اعلیٰ تربیت اور اعلیٰ اخلاق کے مرکز و ماخذ کی طرف بھی رہنمائی فرمادی تاکہ پاکیزہ روحیں اس پاکیزہ مرکز کی طرف رجوع کر کے اپنی اعلیٰ تربیت کا سامان بھی کریں اور خلائق کے لئے رشد و ہدایت کا فریضہ بھی سرانجام دیں۔ اللہ والے اور صالحین کی مجلسیں خرافات، تصادمات و نزاعات اور خلافِ شریعت امور سے پاک ہوتی ہیں اور ان کی صحبت اللہ کی یاد کا سامان ہوتی ہے اسی لئے اس کے لزوم کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ ان اچھی تربیت والوں کی صحبت خوفِ خدا، اتباعِ شریعت، فروغِ محبت اور اخلاص وللہیت کے پھل دے کر اہلِ دنیا کو نفرتوں اور کدورتوں سے نکال محبتیں بانٹنے والے بنادیں گے کہ ان کی مجالس میں خیر ہی خیر ہوتی ہے اور یہ معصیت کوش دلوں کو اللہ کے ذکر اور خوف سے منور کر کے نیکیوں کا عادی بنا دیتے ہیں۔

حسنِ معاملہ

انسان اپنی طبیعت کے اعتبار سے معاشرت کا عادی ہے اور اکیلے رہنا اس کے لئے بہت مشکل ہے۔ دوسری طرف معاملاتِ زندگی میں ہر انسان دوسرے کا محتاج ہے اور اس احتیاج میں حسنِ معاملہ کا اہم کردار ہے۔ کاروباری ماحول ہو یا خاندان، محلہ، شہر یا ملک کا بلکہ آج کے ڈیجیٹل دور گلوبل ویلج کا ہر سطح پہ انسان، معاشرہ یا ممالک ایک دوسرے کے محتاج ہیں کہ دو ممالک کی جنگ پوری دنیا کو متاثر کرتی ہے اور ان کی معیشتوں پر اثرانداز ہوتی ہے۔ ایسے میں حسنِ معاملہ ٹوٹے دلوں کے جوڑنے کا ذریعہ اور دین سے قطع تعلق کر جانے والوں کو واپس دین کے دائرہ میں لانے ذریعہ بنتا ہے۔ اس اعتبار سے تجارت، سیاست اور وعظ و نصیحت سب میں حکمت، تدبر اور حسنِ معاملہ کی ضرورت ہے اس معاملہ میں اللہ تعالی کے رسول اللہ ﷺ کو خطاب کے الفاظ حسنِ معاملہ کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۚ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ

فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ 24

"پھر (اے حبیب ﷺ) اللہ کی رحمت کے سبب سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے، اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو البتہ یہ لوگ آپ کے گرد سے بھاگ جاتے، پس انہیں معاف کر دیجئے اور ان کے لئے بخشش مانگئے اور کام میں ان سے مشورہ لیا کریں، پھر جب آپ اس کام کا ارادہ کر چکیں تو اللہ پر بھروسہ کیجئے، بے شک اللہ توکل کرنے والے لوگوں کو پسند کرتا ہے"

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی آپسی محبت و ہمدردی کے ماحول کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيْمَاهُمْ فِىْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ 25

"محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ اُن کی نشانی اُن کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے"

یہ تمام اوصاف وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور پھر سابقہ کتابوں میں بھی ان کے انہی احوال کے تذکرہ کا ذکر کر کے ایمان اور عملِ صالح اختیار کرنے والوں کے ساتھ بخشش کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہی وہ حقیقت جس کا یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں محبت سے پھیلا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاد اشاعت و دفاعِ دین کا ایک لازمی ذریعہ ہے مگر اس بازی کے لئے تیار کرنے والے ان افراد کی ضرورت ہے جو محبتوں سے دل لوٹنے والے ہوں اور اپنے حسنِ معاملہ سے اوروں کو اسلام کے لئے اس انداز سے مخلص بنانے والے ہوں کہ کہیں کفر کے ساتھ مڈ بھیڑ کا موقع آئے تو وہ اسبابِ حرب کی طرف نہ دیکھیں بلکہ مسبب الاسباب پر ان نگاہیں ہوں اور اسی پر ان کا ایمان و یقین ہو۔ تبھی تو رسول اللہ ﷺ نے مومنوں کے حسنِ معاملہ کا درس دیتے ہوئے ان کے ساتھ اس انداز سے وفا کرنے اور تعلق نبھانے کا درس دیا کہ ان کا دکھ اپنا دکھ محسوس ہو۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم، مثل الجسد.إذا اشتكى منه عضو، تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى 26

"مسلمانوں کی، ان میں آپس میں محبت کرنے، ہمدردی کرنے اور نرمی برتنے میں، مثال ایک جسم کی سی ہے کہ اس کے کسی حصے کو جب کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارے کا سار جسم اس کی وجہ سے بیداری اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے"

یہ جذبات تب پیدا ہوتے ہیں جب معاشرہ ظلم و ستم اور جور و جفا ختم ہو جائے اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ اس انداز سے جذباتی طور پر وابستہ ہو جائیں کہ ظلم و تعدی اور دھوکہ و غصب کا خیال ان کے ذہنوں سے ہی نکل جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلم معاشرہ کے اسی وصف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

المسلم أخو المسلم، لا يظلمه ولا يسلمه 27

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ خود اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے کسی ظالم کے سپرد کرتا ہے"

نفرت و کدورت کا سبب بننے والے امور جن میں خیانت، جھوٹ اور تحقیری رویہ ہے، ان سے مسلم معاشرے کی پاکی کے لزوم کو بیان کرتے آپ ﷺ نے فرمایا:

المسلم أخو المسلم، لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله28

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس سے خیانت کرتا ہے، نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ اس کو رسوا کرتا ہے"

جن افراد میں حسنِ معاملہ کے یہ اوصاف ہوں گے ان کی صحبت میں بیٹھنے والے انہی اوصاف سے متصف ہونے کی کوشش کریں گے اور جس معاشرے کے افراد اس انداز سے عزتیں، محبتیں بانٹنے والے اور اخلاص کا معاملہ اس انداز سے ہو کہ ان سے خیانت اور جھوٹ کا شائبہ تک نہ ہو وہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے محبوب بھی ہوں اور اپنے ہم نشینوں کی فلاح اور اخروی نجات کا ذریعہ بننے والے بھی ہوں گے، لہٰذا ایسے افراد کی سنگت اختیار کرنا لازمی ہو گا تاکہ ان کے حسنِ معاملہ کا پرتو بنا جا سکے۔

حاجت براری

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام حاجات کو پورا کرنے والا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے لیکن مخلوق میں وصف اللہ تعالیٰ کی عطا اور مدد سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ معاشرتی زندگی میں اتار چڑھاؤ ایک فطرتی معاملہ ہے تو ایسے میں ہر انسان کسی نہ کسی انداز میں دوسرے کا محتاج نظر آتا ہے اور کسی کا مصیبت اور مشکل میں مبتلا ہو جانا دوسروں کو پریشان کر دیتا ہے پھر وہ اپنی بساط کے مطابق اس پریشان حال کی اعانت کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم اس کی ایک جھلک غارِ حرا میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دشمنوں کے غار کے دہانہ تک پہنچنے پر پریشانی اور رسول اللہ ﷺ کے ان کو تسلی دینے والے معاملہ کی پیش کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے قول کو ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا29

"دو میں سے ایک جبکہ وہ اپنے ساتھ ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے"

مصیبت کے ان لمحات میں اس پریشانی اور اس پر آپ ﷺ کی طرف تسلی کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا سامان اور معاشرتی اصلاحی اصول بنا دیا کہ دیکھنا کہیں پتھر دل نہ بن جانا بلکہ ایک دوسرے کی مصیبتوں پر اس انداز سے پریشان ہونے کی عادت ڈال لو کہ یہ پریشانی تمہیں اس کی اعانت پر مجبور کر دے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کے معاشرتی خصائل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں:

لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ، يَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهُ إِذَا مَاتَ، وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ، وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ، وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ، وَيَنْصَحُ لَهُ إِذَا غَابَ أَوْ شَهِدَ30

"مومنوں کے ایک مومن پر چھ حقوق ہیں، وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، مر جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو، کھانے پہ بلائے تو

اس کو قبول کرے، جب بھی اس سے ملے اسے سلام کرے، جب چھینک مارے تو اس کا جواب دے اور اس کی موجودگی اور عدم موجودگی دونوں صورتوں میں اس کو نصیحت کرے"

اب جو بھی شخص ان اوصاف سے متصف ہو وہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ٹھہرا کیونکہ ان سب معاملات میں اک دوسرے کی حاجت کو پورا کرنے کا سامان ہے۔ مریض کی عیادت اس کو حوصلہ دینے کا اور اس کو شفایابی کی دعاؤں سے نوازنے کا ذریعہ ہے جس سے اس کی تکلیف کی شدت میں کمی آجاتی ہے، موت کی صورت میں اس کے جنازے میں شرکت اس کے لئے مغفرت کی دعا اور پسماندگان کے لئے صبر کا سامان اور غم کی شدت میں کمی کا سامان ہے، کھانے کی دعوت کو قبول کرنا ایک تو اس کے ساتھ محبت و مودت کے تعلقات کی مضبوطی کا سامان اور دوسرا اس علاقے میں اس دعوت دینے والے کے شناساؤں میں اضافہ کے ساتھ اس کے خیر و برکت کا سامان بھی ہے، ہر ملاقات پر سلام نیک جذبات اور ایک دوسرے کے لئے سلامتی کی تمنا کا فروغ ہے، چھینکنے پر اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی جسم کی کثافتوں دوری اور صحت میں بشاشی کے سامان پر اللہ تعالیٰ کی تحمید و تبادلۂ دعا ہے اور نصیحت تو برائی کے سد باب اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سامان ہے ،تو جب یہ تمام امور خیر ہی خیر ہیں تو ایسا معاملہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق کیوں نہ ہوں گے ؟اسی لئے تو ایسے افراد کی سنگت کو لازمی رکھا کہ یہ مصیبتوں کے ازالہ کا سامان کرنے والے اور خیر بانٹنے والے ہیں، اور اگر اس طرح کے جذبات سے انسان عاری ہے تو اس کی نمازیں بھی قبول نہیں بلکہ قرآن کریم ایسے افراد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ. فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ. وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ. فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ. الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ. الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ. وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ31

"کیا آپ نے اس کو دیکھا جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے۔ پس وہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ پس ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ جو دکھلاوا کرتے ہیں۔ اور برتنے کی چیز تک روکتے ہیں"

اب جس شخص میں عدمِ تعاون کی یہ علتیں ہوں گی اللہ کریم اس کی نمازوں کو بھی رد فرما رہا ہے کہ دوسروں کے کام آنے کا وصف ان میں موجود نہیں ہے، اب اگر یہ نمازیں بھی پڑھیں گے تو رد کر دی جائیں گی اور ان معاملہ کو محض دکھلاوا شمار کیا جائے گا۔ اس کے برعکس جن میں تعاون باہمی کا جذبہ ہو گا اور ضرورت کے وقت لوگوں کے کام آنے والے ہوں گے یہی لوگ تو صالحین و مقربین ہیں اور انہی کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ32

"اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو"

پھر صالحین کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرمایا:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا33

"اور وہ اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں"

مزید ان کے اوصاف میں فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ34

"جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں، اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

ان آیاتِ بینات پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ صالحین میں قربانی کا جذبہ بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے اور جو قربانی کے جذبہ سے سرشار ہو وہ خود بھی دوسروں کے کام آتا ہے اور اپنے دوستوں کو بھی اس عادت سے مزین دیکھنا چاہتا ہے، اس لئے ایسے لوگوں کی سنگت اللہ تعالی کی رضاجوئی اور اخروی فلاح کا سامان ہو گا۔

خطائیں معاف کرنے کی عادت

لغزشیں اور کوتاہیاں کسی نہ کسی انداز میں عام طور پر انسانوں میں پائی جاتی ہیں لیکن صالحین ان کوتاہیوں کو نہیں دیکھتے بلکہ ان کو راہِ حق پر قائم رکھنے کے لئے ان کی خطاؤں کو عموماً معاف کرتے رہتے ہیں جبھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے وصف کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ35

"اور وہ غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں، اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

آیت کے الفاظ واضح کرتے ہیں کہ معاف کرنا ایک احسان ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ بنتا ہے۔ حضرت معاذ بن انس جہنی اپنے والد سے روایت کرت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنَفِّذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ القِيَامَةِ عَلَى رُءُوسِ الخَلَائِقِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ فِي أَيِّ الحُورِ شَاءَ

"جس نے اس حالت میں غصہ پیا کہ وہ اس کے مطابق عمل کر سکتا تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اسے لوگوں کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ (جنت کی حوروں میں سے) جو بھی حور چاہے لے لے"

معاف کرنا ایک ایسا عمل کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ خود اس کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ-اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ36

"اور چاہئے کہ وہ معاف کریں اور در گزریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

نبی کریم ﷺ کو افضل الخلق ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے معافی کی صفت کو لازم پکڑنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ37

"(اے حبیبِ مکرّم!) آپ در گزر فرمانا اختیار کریں، اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں"

یہ الٰہی پیغام کا اثر تھا نبی کریم ﷺ نے ساری زندگی کسی سے ذاتی معاملہ کی بناء پر انتقام نہیں لیا اور نہ ہی اپنی ذات سے متعلق کسی کی غلطی پر اس کی گرفت فرمائی بلکہ معافی اور درگذر والا پہلو ہی اختیار فرمایا۔

تعلیماتِ اسلام کے مطابق جب مصاحبت ان لوگوں سے ہوگی جو کہ غلطیوں پر گرفت کی بجائے معافی والے پہلو کو اختیار والے ہیں تو لازمی بات ہے ساتھیوں میں بھی یہ وصف پیدا ہو جائے گا جو کہ اس سنگت کا نتیجہ ہوگا، جس کی وجہ سے مصاحب بھی نیک ہو جائیں گے۔

وفاء و اخلاص

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اپنے دلوں کو وفا اور اخلاص کا مرقع بنا کے رکھتے ہیں، اس لئے کہ بھائی ہمیشہ بھائی کی خوشی پر خوش ہوتا ہے اور اس کے غم اور تکالیف بھائی کو غمگیں کر دیتے ہیں۔ صالحین کا وفا و اخلاص کا پیکر ہونا ایک دینی تقاضا ہے۔ مومن تو دوسرے مون کے ساتھ اسی طرح محبت کرتا ہے جس طرح وہ اپنی جان کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس کے ساتھ بہر صورت تعاون پر تیار رہتا ہے، تبھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا، ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ[38]

"ایک مومن دوسرے مومن کے لئے مضبوط عمارت کی طرح ہے کہ جس کا بعض بعض کو مضبوط کرتا ہے پھر (مثال کے ذریعے بات کو مزید واضح کرنے کے لئے) آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو قینچی کی طرح کر لیا"

اخلاص کے اس وصف کے آپس کی محبت لازم ہے اور لزومِ محبت کے لئے امام غزالیؒ کے نزدیک دینی و دنیوی معاملات میں حسد کا نہ ہونا ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ محبین فی اللہ کے وصف سے متصف کریں ان سے تو حسد ہونا ہی نہیں چاہئے۔[39]

نبی کریم ﷺ نے سات افراد کا تذکرہ فرمایا جن کو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا، ارشاد فرمایا:

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَدْلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ[40]

"سات افراد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن کہ جب اس کے (عرش کے) سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا، عادل حکمران، ایسا نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پروان چڑھا، ایسا آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ معلق رہتا ہے، دو آدمی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں، اسی کی محبت میں اکٹھے ہوتے اور اسی کی محبت میں جدا ہوتے ہیں، ایسا آدمی جسے کسی منصب و جمال والی عورت نے (برائی کی طرف) بلایا تو اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، ایسا آدمی جس نے صدقہ کیا تو اس کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور ایسا آدمی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے"

اس روایت اخلاص ووفا مظاہر دیکھیں تو حاکم کا عدل، جوانوں کا عبادت کے ماحول سے وابستہ رہنا، دلوں کو اللہ تعالیٰ کی مساجد سے وابستہ رکھنا، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت، ملاقاتیں اور پھر ایک دوسرے کو الوداع کہنا، اللہ کے حکم کے ساتھ وفاواخلاص کی پاسداری کرتے ہوئے گناہوں کے ماحول، مواقع اور سہولت کے باوجود اپنے اوپر خوفِ خدا طاری کر لینا، صدقہ وخیرات میں دکھلاوے سے اپنے آپ کو بچانا اور نیکی کے ان معاملات کو راز بنا کے رکھنا اور پھر تنہائیوں میں خوفِ خدا سے رونا، یہ سب اخلاص اور اللہ اور اس کے احکام کے ساتھ وفا کے مظہر ہیں تو ایسی صورت میں عرش کو سایہ کیونکہ ان صالحین کو نصیب نہ ہو کہ یہ تو سراپا اخلاص اور سراپا وفا ہیں۔ان صالحین ہی کا وصف ہے کہ خود کو ضرورت ہو تو اس کی پرواہ نہیں مگر دوسروں کی ضروریات کی تسکین کا سامان کرنا شروع کر دیتے ہیں جو شریعت اور شارع دونوں کے ساتھ وفا کی علامت ہے۔

مجالسین کے لئے ان کی حیات وممات دونوں صورتوں میں دعا کرتے رہنا

دعا ایک ایسا عمل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت حصول اور اس کے قرب کے ساتھ ساتھ آفات وبلیات سے چھٹکارے کا ذریعہ بھی ہے۔ملاقات کے دوران تو مسلمان کی زبان سے کلماتِ خیر اور دعا کے الفاظ ادا ہوتے ہی ہیں مگر غیر موجود احباب کے لئے دعا بھی صالحین کا طریقہ ہے اور یہ وہ طریقہ ہے کہ جس میں دعا کا اثر دو طرفہ ہوتا ہے۔حضرت ابودرداء روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ما من عبد مسلم يدعو لأخيه بظهر الغيب، إلا قال الملك: ولك بمثل 41

"کوئی بھی مسلمان جب اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعا کرتا تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسے ہی ہو"

اس سے پتہ چلتا ہے مسلمان بھائیوں کی غیر موجودگی میں ان کے لئے کلماتِ خیر اور دعاؤں کا سلسلہ جس کے لئے دعا کی جارہی ہے اس کے لئے تو بھلائی کا سامان ہے ہی مگر خود دعا کرنے والا بھی اس کی برکات سے محروم نہیں ہوتا اور دعا تو ایک ایسا عمل ہے جو بہر صورت قبول ہی ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ مومنین کو مخاطب کر کے فرما رہا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ 42 "اور تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا"

اسلام کا تو خاصہ ہے کہ اس میں سب کے لئے خیر خواہی ہی خیر خواہی ہے حتیٰ کہ صالحین کا شیوہ بیان کرتے ہوئے اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَٰنِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَٰنِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ 43

"اور ان کے لیے بھی جو مہاجرین کے بعد آئے (اور) دعا مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کی طرف سے کینہ قائم نہ ہونے پائے، اے ہمارے رب! بے شک تو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے"

یہ دعا مہاجرین کے ساتھ اظہارِ محبت کا ایک ذریعہ بھی ہے امت کے لئے دعاؤں کے تسلسل کی ایک تربیت بھی ہے۔مزید غور کیا جائے تو دعا کا

یہ سلسلہ تمام امتِ مسلمہ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی صورت میں ہے جو قرآن مجید کا حصہ بنی اور تمام امت نماز میں دوزانو بیٹھ کر سلام پھیرنے سے پہلے اپنی زبانوں سے یہ کلمات ادا کرتے ہیں:

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ

"اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنادے، اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور ایمانداروں کو حساب قائم ہونے کے دن بخش دے"

صالحین کی دعاؤں کا یہ سلسلہ کسی مخصوص فرد، نسل یا طبقہ و گروہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ تمام امت کے لئے ہوتا ہے، اس لئے اس کے اثرات بھی پوری امت کے لئے ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں محبت تعلقات اور قرابتی رشتوں کی بناء پر نہیں بلکہ رشتہ ایمان پر استوار ہوتی اس لئے پوری مخلوق کو عیال اللہ سمجھتے ہوئے ان کی خیر خواہی چاہتے ہیں اسی لئے وہ اپنے معمولات میں طلبِ ہدایت، توفیقِ عبادت و خدمتِ خلق کی دعاؤں کو اپنے اوراد میں شامل کرتے ہیں۔

اس ساری بحث پر غور کیا جائے اس کا نچوڑ درج ذیل اہم نکات کی صورت میں سامنے آتا ہے:

- صالحین کی صحبت بندۂ مومن کے لئے اتنی ہی ضروری جتنی اس کے زندہ رہنے کے خوراک کی ضرورت ہے۔
- اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کو چاہئے کہ اپنی دوستیوں اور تعلقات کا محاسبہ کرتا رہے کہ کہیں اس کی دوستیاں اس کی اخروی گرفت کا سبب نہ بن جائیں۔
- حیاتِ آخرت میں سنگتوں کی بنیاد دنیوی سنگتوں پر ہوگی، لہٰذا نیکوں کی سنگت کا التزام کرنا چاہئے تاکہ نیکی کے ماحول میں ڈھل کر گناہوں سے بچا جاسکے۔
- توبہ کی نیت کرکے اگر صالحین کی سنگت اختیار کی جائے تو اللہ تعالیٰ خطاؤں کا ازالہ فرمادے گا۔
- صالحین کی محفلیں روحانیت کا مرقع ہوتی ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔
- اصلاح کے لئے چونکہ ایمان اور تقویٰ پہلا زینہ ہے اس لئے صالحین میں ایمان و تقویٰ دونوں مربوط نظر آئیں گے۔
- صالحین کی تربیت چونکہ نیکی کے ماحول میں ہوئی ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے مصاحبین پر نیکی کا رنگ چڑھا کر ان کے لئے ہدایت کا سامان کرتے ہیں۔
- صالحین کی اہم پہچان ان کا حسنِ معاملہ ہے کہ وہ جفاکاروں کے ساتھ بھی تحمل، نرمی اور اچھے انداز سے معاملہ کرتے اور ان کی اصلاح کی ہی سوچ رکھتے ہیں۔
- دوسروں کی تکلیفوں کو دیکھ کر بے چین ہو جانا اور پھر ان کی مشکل اور تکلیف کا ازالہ کرنا صالحین کا اہم وصف ہے، اس مقصد کے لئے اپنے مفاد سمیت ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

- ان کے دوستوں سے اگر غلطی ہو جائے تو وہ اس کا مؤاخذہ کرتے ہوئے سرزنش کی سوچ نہیں رکھتے بلکہ فوراً معاف کرتے ہوئے الٹا اس پر احسان اور انعام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔اور
- خیر خواہی، اخلاص اور وفا کے پیکر یہ صالحین ہمیشہ اپنے ساتھیوں اور دیگر مسلمانوں کے لئے دعا گو رہتے ہیں۔

یہ موضوع انسانی فلاح، معاشرتی امن و سکون اور توجہ الی اللہ کے لئے اپنی نوعیت کا اہم مضمون ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے دورِ حاضر کی نوجوان نسل کو سوشل میڈیا اور دیگر معاشرتی قباحتوں سے بچانے کے اس طرح کے موضوعات پر کام کیا جائے اور نوجوان نسل کو قرآنی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے تاکہ ان کی ہدایت کا سامان ہو سکے اور وہ اپنی جوانیاں ہوا ہوس اور شیطانی امور میں ضائع کرنے کی بجائے نیکوں کی سنگت اور نیکی کے ماحول کو اپنا کر اپنی دنیا اور آخرت کی بہتری کا سامان کر سکیں۔

حوالہ جات

---

[1] ۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (قاھرۃ: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، 4:133، رقم الحدیث: 3331

[2] ۔ النساء، 4:1

[3] ۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الذبائح والصید، 7:96، رقم الحدیث: 5534؛ القشیری، ابو الحسین مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، تحقیق: فؤاد عبد الباقی (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1334ھ-1955م)، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب استحباب مجالسۃ الصالحین، ومجانبۃ قرناء السوء، 4:2026، رقم الحدیث: 2628

[4] ۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسی، السنن، تحقیق و تعلیق: أحمد محمد شاکر و فؤاد عبد الباقی وغیرہ (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابي الحلبي، مصر، 1395ھ-1975م)، کتاب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب باب ماجاء في صحبۃ المؤمن، 4:600، رقم الحدیث: 2395

[5] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، السنن، تحقیق: شعیب الارنؤوط (بیروت: دار الرسالۃ العالمیۃ، 1430ھ-2009م)، اول کتاب الآداب، باب من یؤمر ان یجالس، 7:204، رقم الحدیث: 4833

[6] ۔ الزخرف، 43:67

[7] ۔ الفرقان، 25:27-29

[8] ۔ ترمذی، السنن، ابواب الزھد، باب ماجاء أن المرء مع من أحب 4:595، رقم الحدیث: 2386

[9] ۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، 7:7، رقم الحدیث: 5090

[10] ۔ نفس المرجع، کتاب الاذان، باب من جلس في المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد، 1:133، رقم الحدیث: 660

[11] ۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الغار، 4:174، رقم الحدیث: 3470

[12] ۔ الکھف، 18:25

[13] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب التوبۃ، فضل دوام الذکر والفکر في أمور الآخرۃ، والمراقبۃ، وجواز ترک ذلک في بعض الأوقات، والاشتغال بالدنیا، 4:2106، رقم الحدیث: 2750

[14] ۔الکھف،28:18

[15] ۔ابن کثیر، عماد الدین أبو الفداء اسماعیل بن عمر الدمشقی، تفسیر القرآن العظیم (بیروت: دار الکتب العلمیۃ،1419ھ-1998م)،137:5

[16] ۔ترمذی، السنن، کتاب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب باب ماجاء في صحبۃ المؤمن،600:4،رقم الحدیث:2395

[17] ۔الزخرف،67:43

[18] ۔مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ،167:1،رقم الحدیث:183

[19] ۔الاعراف،58:7

[20] ۔شوکانی، محمد بن علي بن محمد بن عبد اللہ، فتح القدیر (بیروت: دار ابن کثیر، دار الکلم الطیب،1414ھ)،245:2

[21] ۔القلم،4:68

[22] ۔الحشر،7:59

[23] ۔النساء،80:4

[24] ۔آل عمران،159:3

[25] ۔الفتح،29:48

[26] ۔مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الفضائل، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم،4:1999-2000،رقم الحدیث:2586

[27] ۔مسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم،1996:4،رقم الحدیث:2580؛ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المظالم، باب تحریم الظلم،3: 128،رقم الحدیث:2442

[28] ۔ترمذی، السنن، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی شفقۃ المسلم علی المسلم،325:4،رقم الحدیث:1927

[29] ۔التوبۃ،40:9

[30] ۔ترمذی، السنن، ابواب الادب، باب ماجاء فی تشمیت العاطس،80:5،رقم الحدیث:2737

[31] ۔الماعون،107:1-7

[32] ۔الحشر،9:59

[33] ۔الانسان،8:76

[34] ۔آل عمران،134:3

[35] ۔آل عمران،134:3

[36] ۔النور،22:24

[37] ۔الاعراف،199:7

[38] ۔بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب تعاون المؤمنین بعضھم بعضاً،12:8،رقم الحدیث:6026

[39] ۔غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین (بیروت: دار المعرفۃ، س ن)،184:2

[40] ۔بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوۃ، باب تعاون الصدقۃ بالیمین،111:2،رقم الحدیث:1423

41 ۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الذکر والذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الدعاء للمسلمین فی ظھر الغیب، 4:2094، رقم الحدیث: 2732

42 ۔ غافر، 60:40

43 ۔ الحشر، 10:59

References

1. Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail, Al-Jami’ Al-Sahih (Qahira: Dartuq Al-Najah, 1422), 4:133, Hadith No.: 3331
2. Al-Nisa, 4: 1
3. Bukhari, Al-Jami’ Al-Sahih, Book of Sacrifices and Hunting, 7:96, Hadith No.: 5534; Al-Qushayri, Abu Al-Hussein Muslim bin Hajjaj, Al-Jami’ Al-Sahih, edited by: Fouad Abdel-Baqi (Beirut: Dar Hiyaa Al-Turath Al-Arabi, 1334 AH - 1955 AD), Kitab Al-Bir And prayer and etiquette, chapter on the desirability of sitting with righteous people and avoiding bad companions, 4: 2026, Hadith No.: 2628
4. Tirmidhi, Abu Issa Muhammad bin Issa, Al-Sunan, verification and commentary: Ahmed Muhammad Shakir, Fuad Abd al-Baqi, and others (Egypt: Mustafa al-Babi al-Halabi Library and Printing Company, Egypt, 1395 AH - 1975 CE), The Book of Asceticism from the Messenger of God, peace and blessings be upon him, Chapter: What has been narrated concerning the companionship of the believer, 4:600, Hadith No. 2395
5. Abu Dawud, Sulayman ibn al-Ash'ath al-Sijistani, Sunan, edited by Shu'ayb al-Arna'ut (Beirut: Dar al-Risalah al-'Alamiyyah, 1430 AH - 2009 CE), First Book of Manners, Chapter: Who is commanded to sit with, 7:204, Hadith No. 4833
6. Al-Zukhruf, 43:67
7. Al-Furqan, 25:27-29
8. Al-Tirmidhi, Sunan, Chapters on Asceticism, Chapter: What has been narrated concerning a person being with whom he loves, 4:595, No. Hadith: 2386
9. Bukhari, Sahih al-Bukhari, Book of Marriage, Chapter on Compatibility in Religion, 7:7, Hadith No. 5090
10. Same reference, Book of Adhan, Chapter on One Who Sits in the Mosque Waiting for Prayer and the Virtue of Mosques, 1:133, Hadith No. 660
11. Bukhari, Sahih al-Bukhari, Book of the Narrations of the Prophets, Chapter on the Hadith of the Cave, 4:174, Hadith No. 3470
12. Al-Kahf, 18:25
13. Muslim, Sahih al-Bukhari, Book of Repentance, The Virtue of Constant Remembrance and Reflection on Matters of the Hereafter, and Mindfulness, and the Permissibility of Leaving This at Some Times and Being Engaged in Worldly Matters, 4:2106, Hadith No. 2750
14. Al-Kahf, 18:28
15. Ibn Kathir, Imad al-Din Abu al-Fida' Isma'il ibn 'Umar al-Dimashqi, Tafsir al-Qur'an al-'Azim (Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyya, 1419 AH - 1998 CE), 5: 137
16. Al-Tirmidhi, Sunan, Kitab al-Zuhd 'an Rasul Allah salla Allah salla Allahu 'alayhi wa sallam, Bab Ma Ja'a fi Sahbat al-Mu'min, 4: 600, Hadith No. 2395
17. Al-Zukhruf, 43: 67
18. Muslim, Al-Jami' al-Sahih, Kitab al-Iman, Bab Ma'rifat Tariq al-Ru'ya, 1: 167, Hadith No. 183
19. Al-A'raf, 7: 58
20. Shawkani, Muhammad ibn 'Ali ibn Muhammad ibn 'Abd Allah, Fath al-Qadir (Beirut: Dar Ibn Kathir, Dar al-Kalim al-Tayyib, 1414 AH), 2: 245
21. Al-Qalam, 68: 4
22. Al-Hashr, 59: 7

23. Al-Nisa, 4:80
24. Al Imran, 3:159
25. Al-Fath, 48:29
26. Muslim, Sahih Muslim, Book of Virtues, Chapter on the Compassion, Sympathy, and Mutual Support of Believers, 4:199-2000, Hadith No. 2586
27. Muslim, Sahih Muslim, Book of Righteousness, Kinship, and Good Manners, Chapter on the Prohibition of Injustice, 4:1996, Hadith No. 2580; Bukhari, Sahih Muslim, Book of Oppression, Chapter on the Prohibition of Injustice, 3:128, Hadith No. 2442
28. Tirmidhi, Sunan, Chapters on Righteousness and Kinship, Chapter on What Has Been Narrated Concerning the Compassion of a Muslim for Another Muslim, 4:325, Hadith No. 1927
29. At-Tawbah, 9: 40
30. Tirmidhi, Al-Sunan, Chapters on Adab, Chapter on what was said about the sneezing person, 5: 80, Hadith No.: 2737
31. Al-Ma'un, 107: 1-7
32. Al-Hashr, 59:9
33. Al-Insan, 76: 8
34. Al Imran, 3: 134
35. Al Imran, 3: 134
36. Al-Nour, 24:22
37. Al-A'raf, 7: 199
38. Bukhari, Al-Jami’ Al-Sahih, Book of Adab, Chapter on Believers Cooperating with One Another, 8: 12, Hadith No.: 6026
39. Ghazali, Abu Hamid Muhammad bin Muhammad, Ihya’ Ulum al-Din (Beirut: Dar Al-Ma’rifa, S.N.), 2: 184
40. Bukhari, Al-Jami’ Al-Sahih, book Zakat, Chapter on Cooperation of Charity with Oaths, 2: 111, Hadith No.: 1423
41. Muslim, Al-Jami’ Al-Sahih, The Book of Remembrance, Remembrance, Supplication, Repentance, and Asking Forgiveness, Chapter on the Virtue of Supplication for Muslims in the Appearance of the Unseen, 4: 2094, Hadith No.: 2732
42. Ghafir, 40: 60
43. Al-Hashr, 59: 10